

چوں مرگ آید

ڈاکٹر سید تقی عابدی - مریض، علامہ اقبال

نمبر: ۱۰۰، سلیم الہی زلفی (کینڈا)

عصر حاضر کے ایک مشاق معالج ڈاکٹر سید تقی عابدی نے جدید طبی تحقیقات کی روشنی میں شام شرق علامہ اقبال کی بیماریوں اور مرض الموت کی تفصیلات کا جائزہ ایک ادبی نقاد کی نظر سے اپنی نازہ تصنیف "چوں مرگ آید" مطبوعہ 2007ء میں لیا ہے۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ڈاکٹر عابدی پٹھے کے لحاظ سے طبیب ہیں، لیکن دنیائے اردو ادب میں یہ ایک باریک بینی تجزیہ نگار اور محقق کی حیثیت سے جانے اور مانے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی طبیب نے اپنے منصب کی پاسداری کرتے ہوئے تاریخ اردو ادب میں پہلی بار کسی عظیم ادبی ہستی کی بیماریوں اور مرض الموت کی تشخیص، تحقیق اور تجزیہ -- خطوط مستند حوالوں اور جدید طبی تحقیقات کی روشنی میں کیا ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ادبی دنیا میں اب تک کسی بھی اہم شخصیت کے حوالے سے نقطہ نظر، تخلیقی بینی، فکری، فلسفی اور عملی تناظر میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ تحقیق سے علم و فن کی نئی راہیں دریافت ہوئیں۔ نئی جہتیں ابھریں اور نئے انکشافات نے جنم لیا۔ ان نئی دریافتوں، نئے حقائق اور نئے انکشافات کی روشنی میں 'مرثیہ ساجد' یا نظریات پر نظر ثانی کرتے ہوئے ان کے اثرات کا کھوج لگا کر اس کی صحیح تاویل پیش کی جاتی ہے۔ اقبال پر تحقیقی کام ان کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا جو حال جاری و ساری ہے۔ علامہ پر تحقیق کے نئے نئے گوشے وا ہو چکے ہیں اور بہت سے امور ہوا باقی ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر عابدی نے علامہ مرحوم کے بدن کی اندرونی کارکردگی اور کیفیات کا جائزہ لے کر نہ صرف یہ کہ اقبال حوالے سے کی جانے والی تحقیق کے ضمن میں ایک نئی جہت کا اضافہ کیا ہے بلکہ آئینہ کسی بھی بڑی اور اہم شخصیت پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بھی ایک نیا دروا کر دیا ہے۔ بدن کی اندرونی کارکردگی اور کیفیات کی بد قسمی کے سبب انسان کے جذبات میں جو غلام پیدا ہوتا ہے اس کا اثر اور راست اس کی کارکردگی اور تخلیقی عمل سے ظاہر ہوتا ہے جس کی مثال خود قریب المرگ اقبال کی آخری ترکی خالص اور بغیر کسی بناوٹ اور مالاوٹ کی نہیں ہیں۔

آئیے اب اوپر پیش کیے جانے والے اپنے نکات کی روشنی میں ڈاکٹر عابدی کی کتاب 'چوں مرگ آید' کا جائزہ لیتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا کہ اس کتاب کی انفرادیت اور نیاوادی چیز علامہ اقبال کی زندگی کے

آخری دنوں میں ان کے بدن کی اس اندرونی کارکردگی اور کیفیات کی بد قسمی کا جائزہ لیں۔ یہ مختلف بیماریوں اور مرض الموت کا سبب بنتی۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر جاہلی نے ایک پیشہ ور شعیب کو اسے اپنی تحقیق ہونے کی حیثیت سے اس کتاب میں لکھی۔ معلومات بدنی کیفیات روحانی انتقادات کو مناسب طریقے سے برتا ہے۔ اقبال کی خود طبع سے واقفیت اور وابستگی کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ اقبال کو زمانہ و مکان کے لحاظ سے تمیں سے زیادہ بہترین معائنہ کی لٹی امداد بھی حاصل رہی، گفتگو لفظ بہ لفظ خطوط کے آئینے میں اور مستند حوالوں کی روشنی میں کی ہے اور لٹی جائزے کے ساتھ نتائج اخذ کئے ہیں۔

میری باتقائد پیشی تعلیم تو ظاہر ہے نہیں ہے۔ لیکن ایک قلم کار ہونے کے لئے اپنی معلومات میں انسانے اور اپنے شوق کی تسکین کے لئے انسانی نفسیات اور جسمانی ساخت اور کیفیات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے اس ضمن میں بہت کچھ پڑھنا ہے جس کی زور ہے۔ انسان پر اس کے ذہن اور مزاج کے مطابق اپنے معاشرے، موسموں اور بیماریوں کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم اس نظر سے کواقبال پر منطبق کریں تو دیکھتے ہیں کہ ان کی زندگی کے آخری دور میں بالخصوص مسلم معاشرے کی جو دیگر کون حالت تھی اس پر اور اس اثر اس حکیم اللہ نے قبول کیا۔ کہ جب انسانیت مریض ہو جاتی ہے تو معالج انتہائی کوشش کرتا ہے کہ اسکا نہ حکمت و معنیت اور شفقتا نما نڈاز و ہشیر سے اس کا علاج ہو جائے۔ وہ ان افراد کی اصلاح کی کوشش میں اپنے دل کو کھلانا اور اپنی روح کو اندیلنا ہے۔ ان کی ہلاکت اور تباہی کا تصور اس کے تلبیب حساس میں تھر تھری پیدا کر دیتا ہے۔ وہ ان کی صحت کے لیے دوا کیں کرتا اور دوا کیں مانگتا ہے۔ ان کے مرض کی شدت اور اس کے انجام کے خیال سے اس کا جگر نڈاز ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کی بہت دھرمی اور عبادت سے انکار سے اسے سخت صدمہ ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَلٰقٍ مِّنْهُم مَّا يَمْكُوْنُ۔ ان لوگوں کے نکار و خجوا و اور ضد اور بہت دھرمی سے رنجیدہ خاطر ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ان کا ما سورا علاج ہو چکا ہے۔ ان کی انسانیت اس حد تک مُردہ ہو چکی ہے کہ اس میں زندگی پیدا ہی نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے ان کے انجام و عواقب پر دل تیر نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ اس پیغام حیات کو عام کرتے جاؤ۔ جن قلوب میں زندگی قبول کرنے کی ذرا سی بھی صلاحیت موجود ہے وہ زود یا دیر اس پر توجہ دیں گے اور اپنے علاج پر مال ہو جائیں گے۔ اقبال نے اپنے افکار کی بنیاد اور اساس قرآن کریم کو بنایا اور اپنی تعبیر میں انسان کو اپنے آپ کو پہچاننے کی دعوت دی۔ انہوں نے مسلمانوں کو نامیدی اور مایوسی سے نکالا اور ان کے تابناک ماضی کی یاد دلاتے ہوئے مستقبل کی امید دلانی۔ درحقیقت انہوں نے عصر حاضر کے مسلمانوں کو نئی جرأت دی اور انہیں اسلامی ثقافت کے مطابق علم و دانش حاصل کرنے کی تلقین کی اور نامدم آخری۔ کہ مسلم امت کی فکرا و غم ہی انہیں ہسٹر مرگ پر لے گیا۔۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اقبال اپنی آخری سانس تک حکیم اللہ سے رہے اور اپنی زندگی کی آخری چند گھنٹوں میں ایک نیک لینے

ہے اس لیے انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ بے ہوشی کے عالم میں مرنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ وہ فرماتے تھے کہ " I want to face death " اور ایسا کہتے ہوئے یقیناً ان کے پیش نظر قرآن کی یہ جامع آیت: **قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ**۔ یعنی میرے نماز، زندگی اور میری موت، اس خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لیے ہے جس نے ربوبیتِ عالمینی کا فہم اپنے اوپر لے رکھا ہے۔ میں اس مقصد میں کسی اور جذبہ یا مفاد کو شریک نہیں کرتا۔ اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کے سامنے سب سے پہلے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے ابتداء میں عرض کیا کہ ڈاکٹر سید تقی عابدی نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ 'موضوع' کا اعتبار سے اقبال کی آخری عمر میں لاحق ہونے والی بیماریوں اور مرض الموت کے حوالے سے نہایت مستند اور اپنی نوعیت کی پہلی دستاویز کتابی شکل میں پیش کی ہے جس کے مطالعہ سے یہ عرف نام اہل ادب کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ اقبالیات کے خاص طالب علم بھی مستفید ہوئے۔

416 737 3458

☆☆☆